



سوال

(351) بعد از عدت رجوع جائز نہیں

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں مسمی حاجی غلام محمد ولد فتح دین قوم کھوکھر گلی تو سے شاہ محلہ چوڑہ بھران شہر شیخوپورہ، بحیثیت مسلمان اللہ کو علم و نمبر جان کر یہ بیان کرتا ہوں کہ آج سے تقریباً 8-10 سال قبل میرے داماد محمد مشتاق ولد محمد مالک قوم پٹھان نے اپنی بیوی کشور سلطانہ دختر من مظہر کو تحریری طلاق لکھ دی تھی مگر ہمیں اس کی اطلاع نہیں دی۔ پھر اس طلاق کے تقریباً 2 سال بعد صلح ہو گئی اس دو سال کے عرصہ میں میری بیٹی میرے ہی گزر بسر کرتی رہی جب صلح ہو گئی تو بعد میں یہ راز کھلا کہ محمد مشتاق نے تو دو سال پہلے تحریری طلاق دے دی تھی۔ اب پھر اس نے عرصہ ڈھائی سال سے اپنی بیوی کو گھر سے نکال دیا ہے۔ اور سامان اٹھا کر چلا گیا ہے۔

مزید یہ کہ گھر سے سامان لے جاتے وقت بھی اس نے متعدد لوگوں کو کہا کہ میں نے اپنی بیوی کشور سلطانہ کو طلاق دے دی ہے اور وہ گواہ اب بھی موجود ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ مشتاق نے آج سے ڈھائی برس پہلے ہمارے سامنے ”طلاق دے دی ہے، کے الفاظ کہے تھے۔ اب صورت مسئولہ آپ کے سامنے ہے، لہذا کتاب و سنت کی روشنی میں بتلایا جائے کہ طلاق موثر ہو چکی ہے یا نہیں؟ شرعی فتویٰ صادر فرمایا جاوے۔ (سائل حاجی غلام محمد ولد فتح دین قوم کھوکھر گلی تو سے شاہ محلہ چوڑہ بھران شیخوپورہ)

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

بشرط صحت سوال، یعنی اگر واقعی طلاق دہندہ محمد مشتاق ولد محمد مالک پٹھان نے اپنی بیوی مسامت کشور سلطانہ دختر غلام محمد کو تحریری طلاق لکھ دی تھی اور پھر اس طلاق کے بعد عدت کے اندر رجوع نہیں کیا تھا تو شرعاً یہ طلاق واقع ہو کر موثر ہو چکی اور مسامت مذکورہ اپنے شوہر کے جہاد عقد سے آزاد ہو گئی تھی۔ لہذا اس طلاق کے دو برس بعد ہونے والی مصلحت شرعاً ناجائز اور سراسر معصیت پر مبنی ہے۔ اس کے بعد اس ناکام جوڑے کی ازدواجی زندگی گناہ کی قرار پاتی ہے۔ کیونکہ طلاق زبانی کلامی ہو یا تحریری ہو بیوی کو اطلاع دی جائے یا اطلاع نہ دی جائے شرعاً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اب اس کی دلیل ملاحظہ فرمائیے:

1- عَنْ أَبِي بَرْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسُهَا، مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ. قَالَ قَتَادَةُ إِذَا طَلَّقَ فِي نَفْسِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ. (1) (صحیح البخاری باب الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكَرْهِ وَالسُّكْرَانِ وَالْجُنُونِ ج 2 ص 793، 794)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے میری امت کو خیالات فاسدہ کی حد تک معاف کیا ہے، جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے یا اسے زبان سے ادا نہ کرے۔ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر کسی نے اپنے دل میں طلاق دے دی تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا جب تک زبان سے نہ کہے۔

2- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسُنَا لَمْ يَنْتَكُنُوا أَوْ يَنْفَكُوا بِهِ. (1) (كتاب صحیح مسلم: باب تَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْ حَدِيثِ النَّفْسِ، وَانْحَاظَ، بِالْقَلْبِ إِذْ لَمْ تَسْتَفْرِجْ 1 ص 77، 78)

ترجمہ وہی ہے جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔

ان دونوں صحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ جس طرح زبانی کلامی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح طلاق تحریری بھی شرعاً معتبر ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں:

وَأَشَدُّ بِرِ عَلَى أَنْ مَنْ كَتَبَ الطَّلَاقَ طَلَّقَتْ أَمْرًا لَأَنَّهُ عَزَمَ بِقَلْبِهِ وَعَمَلَ بِجَنَابَتِهِ وَهُوَ قَوْلُ الْمُتَمَوِّرِ وَشَرَطُ مَالِكٍ فِيهِ الْإِشْهَادُ عَلَى ذَلِكَ (2) (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج 9 ص 316 باب الطلاق في الاغلاق والكراهة والسکران والجنون، فتاویٰ نذیریہ ج 3 ص 78)

اس حدیث صحیح سے استدلال کیا گیا ہے کہ جو اپنی بیوی کو طلاق لکھ کر دے تو اس بیوی کی پر طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس نے دل سے طلاق کا ارادہ کیا اور لکھ کر عمل کیا۔ جمہور علمائے اسلام کا بھی یہی مذہب اور قول اور فتویٰ ہے۔

فضیلۃ الشیخ والمحقق المشہور السید محمد سابق مصری تصریح فرماتے ہیں:

والکتابہ یقع بها الطلاق، ولو كان الكاتب قادراً على النطق، فمما أن للزوج أن يطقن زوجته باللفظ، فله أن يكتب إليها الطلاق (3) (فہم السنہ ج 2 ص 219)

کہ تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ تحریر کرنے والا بولنے اور گفتگو کرنے پر قادر بھی ہو۔

پس مذکورہ احادیث صحیحہ، جمہور علمائے اسلام کے نزدیک تحریری طلاق شرعاً معتبر ہے۔ اگرچہ بیوی کو اطلاع نہ دی جائے، تب بھی طلاق کی عدت تحریر کے وقت سے شروع ہو جاتی ہے۔

مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ وقوع طلاق کے لئے طلاق نامہ کا عورت تک پہنچنا شرط نہیں۔ صرف لکھنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (4) (فتاویٰ احسن الفتاویٰ ص 440۔ طبع کرہی)

خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے مطابق مسات کشور سلطانہ دختر غلام محمد کو اس وقت ہی طلاق ہو گئی تھی جب اس کے شوہر نے وہ طلاق لکھی تھی۔ اور طلاق کی عدت تین حیض، تین ماہ یا بصورت حمل وضع حمل ہے۔ چونکہ سوال نامہ کی تصریح کے مطابق اس طلاق کے 2 برس بعد مصالحت ہوئی جب کہ طلاق کی عدت بہر صورت پوری ہو چکی تھی اور نکاح ٹوٹ چکا تھا۔ لہذا یہ مصالحت رجوع کی مدت کے بعد وقوع پذیر ہوئی۔ پس اگرچہ یہ مصالحت تجدید نکاح کے بغیر وقوع پذیر ہوئی ہے تو شرعاً معتبر نہیں۔ اس غیر شرعی مصالحت کے بعد کی ازدواجی زندگی سراسر سفاح اور گناہ کی زندگی ہے۔ اس بی بی کو اب کسی اور طلاق کی ہرگز ضرورت نہیں۔ کیونکہ نکاح تو اس تحریری طلاق کی عدت پوری ہونے پر ٹوٹ گیا تھا۔ یہ جواب بشرط صحت سوال تحریر کیا گیا ہے۔ غلط بیانی اور دروغ گوئی کی ذمہ داری شرعاً اور قانوناً سائل پر عائد ہو گئی۔ مفتی کسی قانونی سقم کا ہرگز ذمہ دار نہ ہوگا۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ



ج 1 ص 851

محدث فتویٰ